مغرب میں سودی بینکاری کے بدلتے رجحانات

عطاء اللہ صدیقی

مغرب کی اِستحصالی معیشت، سودی نظام کے ظالمانہ شکنجے میں کراہ رہی ہے۔ مغرب کے اجتماعی معاشی ڈھانچے میں بینکاری نظام کو وہی پورے اِنسانی جسم کے لئے (Cells) مقام حاصل ہے جو انسانی جسم میں گردشِ خون کو۔ جس طرح سرطان زدہ خونی خلئے خطرات کا باعث بنتے ہیں بالکل اسی طرح مغرب کا بینکنگ سسٹم مغربی معیشت کے اجتماعی جسد میں سرطانی جڑیں پھیلا رہا ہے۔ مغرب کا دانشوران جڑوں کے وجود سے باخبر ہونے کی کوشش کررہا ہے، مگر یہ کہنا ابھی تک قبل از وقت ہے کہ وہ اس کے اصل اَسباب کی تہہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگا یا نہیں۔ البتہ ایک پیش گوئی قدرے وثوق سے کی جاسکتی ہے کہ آنے والے وقتوں میں مغرب میں سودی معیشت پر وہ اندھا اِعتماد اٹھ جائے گا جس کا مشاہدہ گذشتہ دو صدیوں میں عالم انسانیت کرتا رہا ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ سودی معیشت کی چولیں ہل جانے کے بعد اس نظام کے فریب خوردہ حامیوں کے لئے اس کی انتھک وکالت کا فریضہ سال بہ سال مشکل ہوتا جائے گا۔ اہل مغرب نے سودی نظام کا جواز خالص مادّی کاروباری اور تجارتی مفادات کو قرار دیا تھا، اس لئے اَب بھی سود گریز رجحانات کا اصل سرچشمہ اخلاقی ہدایت کی بجائے معاشی مفادات ہی ہوں گے۔

بینکاری نظام ... مختصر تاریخی پس منظر

بینکاری نظام میں نئے رجحانات اور حکمت عملیوں کی نشاندہی سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بینکاری نظام کے ارتقاء، بینکوں کے اصل فرائض ودائرہ کار اور ان کی تنظیمی ہیئت کا مختصر جائزہ لیا جائے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں درج شدہ معلومات کے مطابق بینکاری کا آغاز قدیم زمانے میں ہوا، اگرچہ تیرہویں صدی سے پہلے اس کے متعلق معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ ابتدائی زمانے کے بنک بنیادی

کاکاروبار کرتے تھے۔ زیادہ تر وہ صحیح اَوزان اور کوالٹی کے سکوں کی فراہمی اور (Bullions) طور پر سکوں اور سونے کی ڈلیوں یعنی دولت کے تبادلہ کا کاروبار کرتے تھے۔ شروع شروع میں بنکوں کی ایک اور قسم "تاجر (Money-Changing) (مرچنٹ) بنک" کہلاتی تھی، جو اشیاء کی نقل و حرکت اور دور دراز علاقوں میں سکوں کی ترسیل کے بغیر ادائیگیوں کا بندوبست کرتے تھے، بین الاقوامی سطح کے تاجران کی خدمات سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ ہنڈیوں کے کاروبار کا آغاز اس طرح کے بنکوں نے کیا۔ تاجروں سے موصولہ ہدایات کے مطابق یہ بنک مختلف علاقوں میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے رقوم کی ادائیگی کرتے تھے۔ یہ بات غور طلب ہے کوگناہ سمجھا جاتا تھا مگر یہ بنک کرنسی کے تبادلہ کے کاروبار میں اضافی منافع ضرور کماتے (Usury) کہ اگرچہ اس زمانے میں سود تھے، کیونکہ اس طرح کے معاملے میں نقصان کا اندیشہ پایا جاتا تھا اور اس طرح کے منافع کو اَزمنہ وسطیٰ کی سود کے خلاف پابندیوں سے متصادم نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں کرنسی کی شرح تبادلہ کے پردے میں سود وصول کیا جاتا تھا۔ عام طور پر دور دراز علاقوں میں کرنسی کی فراہمی میں تاخیر سے کام لیا جاتا تھا اور اس تاخیر کو شرح تبادلہ میں اضافہ کے جواز کے طور پر استعمال کر کے اضافی رقم وصول کی جاتی تھی۔ یہ سود کی طرف پہلا قدم تھا، جسے 'سود' کا نام لئے بغیر اُٹھایا جاتا تھا۔ (جلد دوم، پندرہواں ایڈیشن، ۱۹۸۲ئ، صفحہ ۷۰۰)

اور اشیاء کی وصولی بھی تھی۔ لوگ اپنی بچتوں یا (Deposits) بینکاری کے ابتدائی مرحلے میں بنکوں کی ایک اہم سرگرمی رقوم قیمتی اشیاء کو حفاظت کی غرض سے یا کسی مقام پر منتقلی کی نیت سے بنکوں میں جمع کروادیتے تھے۔ برطانیہ میں سترہویں صدی میں بعض بنکوں نے اس طرح کے ڈیپازٹ کے کاروبار کو فروغ دیا۔ لندن کے سنارے (گولڈ سمتھ) اپنے گاہکوں کی دولت اور قیمتی اشیاء کو اپنی حفاظت میں رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ سونے کی ڈلیوں اور فارن ایکسچینج کا کاروبار کرتے تھے۔ وہ سکے ڈھال کر منافع بھی کماتے تھے۔ یہی زمانہ تھا کہ "چیک سسٹم" متعارف ہوا۔ تقریباً یہی دور تھا کہ بعض بنکوں نے "نوٹ" چھاپنا شروع کئے۔ ۱۶۶۱ء میں بنک آف (سٹاک ہوم نے یورپ میں پہلی دفعہ "نوٹ" جاری کیا۔ (حوالہ: ایضاً

سود اور مسیحی اَخلاقیات

ضمنی مباحث میں ایک اور اہم نکتہ بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ مسیحی یورپ میں تمام تر سودی کاروبار اور سودی معیشت کی شکلوں کو اب بھی حلال اور جائز نہیں سمجھا جاتا۔ گذشتہ چند صدیوں کے دوران در حقیقت انہوں نے حیلہ جوئی، Usury کے باوجود سوئے تاویل اور قیاس مع الفارق کے لطیف ہتھکنڈوں کے ذریعے 'سود' کی تعریف کو ہی بدل ڈالا ہے۔ سود کے جواز و عدمِ جواز کے کے لفظ کو قبول کرنے میں ناگواری کا اظہار Usury مباحث اب تک جاری ہیں۔ ان کی اجتماعی نفسیات اور سماجی اَخلاقیات اب بھی ہی سمجھتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے اسے سود کی Usury کو بھی Interest کرتی ہیں۔ شروع میں اہل یورپ ہر طرح کے اس شکل سے مخصوص کر دیا جس میں شدید معاشی اِستحصال کا عنصر پایا جاتا ہو۔ نقدی قرضوں پر سود کو ایسی آمدنی سمجھا جاتا تھا جو بغیر کام کی تعریف و تشریح ان الفاظ Usury کئے حاصل ہو جائے، لہٰذا اسے گناہ اور ممنوع قرار دیا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا میں لفظ میں ملتی ہے... سود سے مراد:

وصول کرنے کا رواج: شروع میں تمام (Excessive Interest) از منہ وسطیٰ میں، نقد رقم اُدھار دینے پر بھاری سود" کہا جاتا تھا۔ مگر تیرہویں صدی میں تجارت میں توسیع کے ساتھ قرضوں (کریڈٹ) کی طلبمیں اضافہ "Usury" "انٹرسٹ" کو کی تعریف میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ Usury ہو گیا، جس سے

کے خلاف سخت ترین اعتراض رومن کیتھولک چرچ کی طرف سے وارد کیا گیا، جس نے اہل کلیسا کی سودی معاملات میں Usury کسی قسم کی شمولیت پر پابندی عائد کر دی۔ ایک پادری کسی بھی مقروض کو سود کی ادائیگی سے بریٔ الذمہ قرار دے سکتا تھا یا بستر مرگ پر پڑے کسی بھی ساہوکار پر اَخلاقی دباؤ ڈال سکتا تھا کہ وہ جس سے سود وصول کر چکا تھا، اسے واپس لوٹا دے یا کم از کم وہ رقم چرچ میں جمع

کرادے۔ لیکن اس طرح کی پابندیاں معلوم ہوتا ہے، لوگوں کو روکنے میں کامیاب نہ ہوئیں۔ حتیٰ کہ چرچ کے اعلیٰ عہدیدار بھی سود پر رقوم اُدھار لینے سے باز نہ رہ سکے"

"بہت سے یہودی ساہوکار بن گئے کیونکہ چرچ کی پابندیاں ان پر لاگو نہیں ہوتی تھیں۔ معاشرہ میں ان کی حالت بڑی نازک تھی، اس لئے انہیں نقصان کا اندیشہ بھی شدید تھا۔ اکثر اوقات انہیں قرض لینے والوں کی طرف سے مار کٹائی کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔"

تیرہویں صدی کے دوران جونہی قرضوں کی مانگ میں اضافہ ہوا، بہت سے عیسائی بھی یہودیوں سے مل کر ساہوکار بن گئے۔ "سود (Interest) وصول کرنے کے حق کو زیادہ سے زیادہ صورتوں میں تسلیم کیا جانے لگا، بالخصوص ایسی صورت میں جب قرض خواہ کو نقصان کا خطرہ لاحق ہو۔ چرچ کی پابندیاں بدستور قائم رہیں، لیکن زیادہ سے زیادہ لوگوں نے ان کو قبول کرنے کی بجائے انہیں توڑنے کا 'شرف' حاصل کیا۔" (جلد ۹)

سود کا مسئلہ قدیم اور وسطی دور کے مغربی ماہرین معاشیات کی خصوصی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ ان کی خصوصی دلچسپی اس امر میں تھی کہ اخلاقی اعتبار سے 'سود' کی کیا حیثیت ہونی چاہئے۔ ان کے پیش نظر اصل سوال یہی تھا کہ سود کا اخلاقی جواز کیا ہے، تقریباً تمام سکالرز سود کو ناپسندیدہ گردانتے تھے۔ ارسطو زر کو بنجر (Barren) سمجھتا تھا اور ازمنہ وسطیٰ کے ماہرین سود (Usury) کے شدید مخالف تھے۔ البتہ جہاں کہیں سود سے کسی "مفید سماجی خدمت" کی توقع ہوتی، اس کی تائید کے لئے دلائل گھڑ لئے جاتے تھے۔ (انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا: جلد سوم، صفحہ ۸۰۱، ایڈیشن ۱۵)

"البتہ جونہی کلاسیکل ماہرین معاشیات کا مکتبِ فکر سامنے آیا، سود کے متعلق اصل توجہ "اخلاقی جواز" کی بجائے "میکانیکی توازن (Mechanical Equilibrium) کے موضوع کی جانب منتقل ہوگئی۔کلاسیکل ماہرین معاشیات میں آدم سمتھ، ڈیوڈ ریکارڈو، ناسو سینئر، اور جان اسٹارٹ مل کے نام نمایاں ہیں۔ان کی معروضات کا بنیادی نقطہ یہ تھا: کیا شرح سود یا شرح منافع کا کوئی توازنی نقطہ ہے کہ جہاں اصل شرح اس سے زیادہ یا کم ہو؟ تاکہ انہیں اس نقطہ کے قریب لایا جاسکے۔کلاسیکل ماہرین معاشیات اس کا کوئی واضح جواب نہ دے سکے۔وہ صرف یہ یقین رکھتے تھے کہ "شرح سود" براہِ راست شرح منافع سے منسلک ہے، کیونکہ لوگ کبھی بھی زرِ اُدھار نہ لیں اگر انہیں ادھار لینے کی قیمت اس سے فائدہ اٹھانے کی شرح سے زیادہ ادا کرنی پڑے۔ مختلف نظریات پیش کئے گئے جن میں "سود" کے جواز کی شکلیں ڈھونڈی گئی۔دورِ جدید کے معروف ماہر معاشیات جان کینز John Keynes نے Liquidixy Preference Theory (نظریہ ترجیح برائے نقدیت) پیش کی۔(حوالہ ایضاً)

مناسب شرحِ سود کا مسئلہ

ازمنۂ وسطیٰ کے یورپ میں ایک صارف کو دیا جانے والا قرضہ غیر پیداواری شمار کیا جاتا تھا، لہٰذا اس پر "انٹرسٹ" لینا سود سمجھا جاتا تھا۔یورپی ممالک میں سودی استحصال کے خاتمہ کے لئے قواعد وضوابط بنائے گئے جن کی رو سے سود کی زیادہ (Usury) سے زیادہ شرح کا تعین کیا گیا۔البتہ سرمایہ دارانہ نظام کے فروغ پانے کے ساتھ ساتھ سوچ میں تبدیلی آتی گئی۔فرانسیسی ماہر معاشیات A.R.J. Turgot اور برطانوی فلاسفر جرمی بینتھم نے 'سود' کے متعلق انضباطی قواعد کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔کچھ قواعد کو واپس لے لیا گیا۔ مگر یہ بنیادی سوال لاینحل رہا کہ آخر سود کی کون سی شرح مناسب ہے۔عدالتوں نے مقدمات کی سماعت کے دوران ذاتی قرضوں میں سخت سود کو غلط قرار دیا۔قرض دہندہ پر سود کے نام پر ناروا بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے عدالت کو اختیار تھا کہ وہ معاہدہ کو منسوخ قرار دیدے۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں برطانیہ اور جرمنی میں صارفین کے قرضوں پر شرح سود ۱۰ فیصد تک مقرر کی گئی۔ امریکہ کی اکثر ریاستوں میں "سودی قوانین" رائج رہے۔ان ریاستوں میں صارف کو دیئے جانے والے قرضوں پر زیادہ سے زیادہ

شرح ٦ فیصد تھی۔ اس طرح کے ضابطوں کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ اور یورپ اب تک "سود" کو غیر مشروط طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (جلد ۵، صفحہ ۹۹)

ساہو کاروں اور عام صارفین کے درمیان کشمکش اب تک جاری ہے۔ قواعد کی بے حد مضحکہ خیز تعبیر کے ذریعے استحصال کے نئے دروازے کھولے گئے۔ امریکہ میں Time-Price Doctrine کا بڑا چرچا ہے۔ اس نظریہ کی رو سے امریکی عدالتوں نے قرار دیا ہے کہ اگر کسی شے کی نقد خرید کی قیمت ۱۰۰ ڈالر ہے، مگر وہ ادھار پر ۱۲۰ ڈالر میں فروخت کی جاتی ہے، تو یہ "سود" نہیں ہے، کیونکہ اس سودے میں کوئی رقم قرض نہیں دی گئی، محض اس میں وقت کا فرق ہے جو سودی قوانین کی زد میں نہیں آتا۔ ۱۹۶۰ء کے بعد سے امریکہ میں صارف کے قرضہ جات کے لئے قواعد میں ترمیم کی گئی۔ (ایضاً)

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مضمون نگار نتیجہ اَخذ کرتا ہے:

"سود (Usury) ساہو کاروں کی جانب سے اَن پڑھ غریب لوگوں کے استحصال پر مبنی سود کا قدیم مسئلہ اب بھی بہت سے ممالک میں اہم ہے۔ کئی صدیوں کی بحث و تمحیص کے باوجود اس مسئلہ کی اخلاقی حیثیت کا تعین کیا جانا باقی ہے" (جلد سوم: صفحہ ۸۰۲)

یورپ میں بینکاری... تنظیمی ڈھانچہ اور وسعتِ کار

عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو بینکاری نظام میں بہت سی قدریں مشترک ہیں، لیکن مختلف ملکوں میں کام کرنے والے بنک بعض اعتبارات سے ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔ زیادہ تر فرق ان کے تنظیمی ڈھانچوں اور تکنیک میں ہے۔ گلوبیت (Globalisation) کے بڑھتے ہوئے اثرات اور ابلاغی ارتباط کے زیر اثر یہ فرق بتدریج کم ہو رہے ہیں... تنظیمی ڈھانچوں کی بنا پر اگر بنکوں کی درجہ بندی کی جائے تو انہیں تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(1) یونٹ بینکنگ (یک دفتری بنک): اس طرح کے بنک ایک خاص ہیڈ کوارٹر میں رہ کر کاروبار کرتے ہیں۔ فیلڈ میں ان کی شاخیں نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں۔ امریکہ میں ان کا رواج عام ہے۔ ۱۹۷۱ء میں امریکہ میں ۴۳۰۰۱ اِس طرح کے بنک کام کر رہے تھے، اب یہ تعداد کہیں زیادہ ہونی چاہیے۔

(2) برانچ بینکنگ (شاخ جاتی بینکاری): اس قسم میں بہت بڑے کمرشل بنکوں نے شاخوں کا ایک وسیع جال (نیٹ ورک) پھیلا رکھا ہوتا ہے۔ مثلاً انگلینڈ میں ۱۹۷۱ء میں کل چھ بڑے بنک تھے، جن کی پورے ملک میں ۱۴ ہزار سے زائد شاخیں تھیں۔ پاکستان میں بھی تقریباً یہی صورتِ حال ہے۔

(3) مخلوط بینکاری (Hybrid Banking): جرمنی اور فرانس اس طرح کے بینکاری نظام کی عمدہ مثالیں ہیں۔ اس نظام میں بعض بینک تو قومی سطح پر رہ کر کام کرتے ہیں۔ ان کا وسیع نیٹ ورک ہوتا ہے۔ البتہ بہت سارے بینک مقامی یا علاقائی سطح پر کاروبار کرتے ہیں۔

جنگِ عظیم دوم کے بعد یورپ میں بالعموم اور امریکہ میں بالخصوص بینکاری نظام ڈھانچہ جاتی ارتقاء سے گزر تا رہا ہے۔ جدید رجحان یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بنکوں کا مسلسل اِدغام ہو رہا ہے۔ مقابلے کی شدید فضا اور مالیاتی مارکیٹ کے پھول کر کپا ہو جانے کی وجہ سے چھوٹے بنک بڑے بنکوں کا مقابلہ نہیں کر پاتے نتیجتاً اُن کا وجود معدوم ہو جاتا ہے۔

کو پیشِ نظر رکھا جائے تو بینکاری نظام کو تین واضح شعبوں میں (Transactions) قرضوں کے لین دین اور مالیاتی سوداکاری یہ تقسیم کیا جا سکتا ہے :

(1) ڈیپازٹ بنک (انہیں کمرشل بنک بھی کہا جاتا ہے): ان کا اصل کام یہ ہے کہ افراد یا اداروں کی جمع کردہ بچتوں کو سود یا منافع کے ساتھ دیگر اداروں کو قرض دیتے ہیں۔ موجودہ بنکاری نظام کا بیشتر حصہ اس طرح کے بنکوں پر مشتمل ہے۔

(2) سرمایہ کارانہ بنکاری (Investment Bankins): یہ بنکوں کی وہ قسم ہے جو اپنے سرمایہ کو سود پر قرض دینے کی بجائے، براہِ راست مختلف صنعتوں میں لگاتے ہیں۔ اگرچہ یہ اپنے (Depositrors) کو مخصوص شرح پر سود ادا کرتے ہیں۔ مگر ان کا منافع خالصتاً سود پر انحصار نہیں کرتا۔ گویا یہ بنک جزوی سودی نظام پر عمل کرتے ہیں۔ سرمایہ کارانہ بنکاری ہمارے زیرِ نظر مضمون کی وجہ تالیف ہے۔ آئندہ سطور میں اس پر مفصل اظہارِ خیال کیا جائے گا۔

(3) دیگر مالیاتی ادارے: یہ بنک متفرق مالیاتی اُمور میں تخصص رکھتے ہیں۔ ان کا حجم کم ہوتا ہے مگر یہ کثیر تعداد میں کام کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ کار روایتی کمرشل بنکوں سے ذرا مختلف ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں آئی سی پی، بینکرز ایکویٹی، این آئی ٹی وغیرہ اس طرح کے مالیاتی اداروں کی مثالیں ہیں۔

☆مندرجہ بالا درجہ بندی کی اہمیت اپنی جگہ ہے مگر انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں درج شدہ مضمون (Banks and Banking) میں جدید صنعتی دنیا میں بنکاری کے نظام کو دو بنیادی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:(1) کمرشل بنک (2) سنٹرل بنک (مرکزی بنک)

کمرشل بنک زر یا متبادلاتِ زر مثلاً چیک، بل آف ایکسچینج وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ یہ بنک متفرق مالیاتی خدمات مہیا کرتے ہیں۔ مرکزی بنک بنیادی طور پر حکومت کے بنک ہوتے ہیں۔ جیسے امریکہ میں U.S. Federal Reserve System، برطانیہ میں بنک آف انگلینڈ، پاکستان میں سٹیٹ بنک آف پاکستان وغیرہ، کسی ملک میں مالیاتی اور کریڈٹ پالیسیوں کی تشکیل کے فرائض اور بنکوں کے نظام کو کنڑول کرنا انہی بنکوں کی ذمہ داری میں شامل ہوتا ہے۔ (برٹانیکا: ج ۲، ص ۶۹۹تا ۷۰۱)

جدید بینکاری... مشکلات اور بدلتے رجحانات

یورپ و امریکہ میں گذشتہ دس سالوں کے دوران بنکاری نظام کی مجموعی کارکردگی کو پیش نظر رکھا جائے، تو یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ مغرب کی تین سو سالہ پرانی سودی عمارت شدید دھچکوں کی زد میں ہے۔ گذشتہ دس برسوں میں جس قدر تسلسل اور شدت کے ساتھ یورپ و امریکہ میں مختلف نامی گرامی بنکوں کا دھڑن تختہ ہوا ہے، اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ بڑے بڑے بنک شدید بحران، اتھل پتھل اور شکست وریخت کا شکار ہیں۔ بڑے تواتر سے کسی نہ کسی بنک کے دیوالیہ ہونے یا صفحۂ ہستی سے مٹنے کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ گذشتہ پانچ برسوں میں مالی مشکلات کے نتیجہ میں وسیع پیمانے پر مختلف بنکوں کے اِدغام کا نہ رکنے والا

سلسلہ جاری ہے۔ یہ دھڑا دھڑ اِدغام بذاتِ خود اس بات پر شاہد ہے کہ مغرب کا بینکاری نظام شدید فکری اور عملی بحران سے دوچار ہے۔

مغرب کا بینکاری نظام خالصتاً سودی کاروبار کی بنیاد پر پھلتا پھولتا رہا ہے۔ بینکوں نے ہمیشہ ترقی یافتہ ممالک کے صنعتی گھوڑے کے لئے توانائی بخش خوراک (سرمایہ) مہیا کرنے کا اہتمام کیا۔ مگر ایک بات وہ بھول گئے: خوراک جس قدر بھی لذیذ، مفید اور توانائی بخش ہو، اس کو ہضم کرنے کی صلاحیت ہمیشہ محدود ہی ہوتی ہے۔ مغرب کے کاروباری ادارے بنکوں سے اعلیٰ شرح سود پر قرض لے کر منافع کماتے رہے اور اپنے منافعوں کو واپس بنکوں میں ڈالتے رہے یا نئی صنعتیں قائم کرتے رہے۔ ایک وقت آیا کہ نئی صنعتوں کا قیام بھی ممکنہ نقصان کی وجہ سے مشکل ہو گیا۔ ادھر بینکوں میں کساد بازاری کا رجحان نمایاں ہوتا چلا گیا۔ بنکوں کا وجود و ارتقاء ہمیشہ فروغ پذیر صنعت کاری کا مرہونِ منت رہا ہے۔ گذشتہ تیس برسوں میں بینکوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو گیا مگر صنعتی ترقی کی شرح میں اس رفتار سے اضافہ نہیں ہوا۔ اس صورت نے بینکوں میں شدید مقابلے کی فضا کو جنم دیا۔ غیر صحت مندانہ مقابلے نے بینکوں کو قرضوں پر شرح سود کو کم کرنے پر مجبور کر دیا۔ اب انہوں نے بہت سے ایسے صنعتی یونٹوں کو بھی قرضہ جات دینے شروع کر دیئے جو بالآخر بند ہو گئے۔ صنعتوں کے اس وسیع پیمانے پر دیوالیہ پن نے کئی بنکوں کو دیوالیہ کر دیا کیونکہ ان کے اِنتظامی اخراجات بدستور بڑھتے چلے گئے۔

مغرب کے بینکاری نظام کی بنیاد محض سود پر نہیں ہے۔ ان کی ترقی کا اصل راز غیر عادلانہ، جارحانہ اور بھاری شرحِ سود رہا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ جمع کنندگان (Depositors) کو کم شرح سود دے کر قرضہ لینے والوں سے بھاری شرح سود وصول کیا۔ مگر اب مالی اکتاہٹ (Saturation) کی وجہ سے کئی گنا بڑھوتری پر مبنی سود لینا ان کے لئے ممکن نہیں رہا۔

جدید بنکاری کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اکثر ممالک میں عام تجارتی بنکوں نے صنعتی، تجارتی اور زرعی کاروبار میں شراکت کے اُصول پر سرمایہ لگانے سے اِحتراز کیا ہے۔ اگرچہ بعض اَدوار میں بعض ملکوں میں اس طرف بھی رجحان رہا ہے مثلاً فرانس اور سپین میں کئی بنک یہ کاروبار ۱۹۶۰ئ کے عشرے سے کرتے آرہے ہیں مگر اس رجحان کو پذیرائی حالیہ برسوں میں ملی۔

مغرب کے بینکاری نظام میں نمایاں ترین تبدیلی جو مشاہدے میں آئی ہے، وہ یہ ہے کہ وہاں کمرشل بنک اپنے اصل فرائض کو چھوڑ کر سرمایہ کارانہ بینکاری کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یعنی وہ صنعتی یونٹوں کو قرضہ دینے کی بجائے براہِ راست تجارت کر رہے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں سامنے آئی ہیں: یا تو بنک مکمل طور پر نئی فیکٹریاں لگا رہے ہیں یا بعض کمپنیوں کے حصص خرید رہے ہیں اور ان کی مینجمنٹ میں برابر شریک ہو رہے ہیں۔ کمرشل بنکوں کے اصل فرائض کیا ہیں؟ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کی وضاحت کے مطابق :

"A Commercial banker is a dealer in money and in substitttutes for money, such as checques or bills of exchange. The basis of his business is borrowing from individuals , firms and occassionally governments. The Banker makes his pfofit by borrowing at one rate of interest and lending at a higher rate and by charging commissions for services tendered."(Vol: 2, Pages: 699-700)

"ایک کمرشل بنک زر یا متبادلاتِ زر مثلاً چیک یا بل آف ایکسچینج میں کاروبار کرتا ہے۔ اس کے کاروبار کی اصل بنیاد افراد، اداروں یا کبھی کبھار حکومت سے رقم اُدھار لینے پر ہے۔ ایک بنک منافع اس طرح کماتا ہے کہ وہ ایک شرح سود پر رقم اُدھار لیتا ہے مگر اسے زیادہ شرح پر قرض دیتا ہے اور اپنی خدمات کے عوض کمیشن بھی وصول کرتا ہے"

یورپ میں تیزی سے بدلتی ہوئی بینکاری اور مالیاتی حالاتِ حاضرہ سے باخبر قارئین آگاہ ہیں کہ کمرشل بنک مذکورہ بالا روایتی فرائض کے دائرہ سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مالیاتی معاملات کے متعلق معروف اور مؤثر ترین ہفت روزہ جریدے Economist میں مسلسل ان تبدیلیوں اور نئے رجحانات کے متعلق گذشتہ چند برسوں میں اظہارِ خیال کیا جاتا رہا ہے۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۹۸ء کی اپنی اشاعت میں 'اکانومسٹ' لکھتا ہے: (صفحہ ۱۵)

"Commercial bankers are caught between a rock and hard place"

"کمرشل بنک ایک سنگلاخ چٹان اور ایک پتھریلی سخت جگہ کے درمیان گھرے ہوئے ہیں"

اکانومسٹ "مزید لکھتا ہے":

"شاید ہی کوئی ہفتہ گذرتا ہو کہ جن میں بین الاقوامی بینکاری کو شدید دھچکا نہ لگتا ہو۔ یہ اتھل پتھل (Upheavel) دو صورتوں میں وقوع پذیر ہوتی ہے: ایک تو یہ ہے کہ جب دو بنک آپس میں مدغم ہوتے ہیں یا ایک بنک دوسرے بنک کے حصص خرید لیتا ہے

بنک نے امریکہ کے "بنکرز ٹرسٹ" کو خرید لیا۔ دوسری صورت اس وقت سامنے آتی (Doutshe) جیسا کہ جرمنی کے ڈوٹشے
ہے جب ایک بنک کا چیف ایگزیکٹو مالی بحران کے نتیجہ میں بنک چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے جیسا کہ برطانیہ کے بارکلے
بنک کے چیئرمین مارٹن ٹیلر کے حالیہ استعفیٰ کے موقع پر سامنے آیا۔ اس سے پہلے بھی کئی چوٹی کے ایگزیکٹو مستعفی (Barclay)
کی اصل وجہ فنانشیل مارکیٹ میں ناہمواری اور بد نظمی ہے۔ اب (Shake-ups) ہو چکے ہیں۔ بنکوں میں اس قدر بھونچال
بینکاری کی صنعت کے بارے میں سوال اٹھایا جانے لگا ہے کہ کیا کمرشل بنک سرمایہ کارانہ بینکاری میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟"
(اکانومسٹ: ۵، دسمبر ۱۹۹۸ئ، صفحہ ۱۵)

ہفت روزہ "اکانومسٹ" نے مذکورہ اشاعت میں ایک مفصل سروے بعنوان "Investment banking, commercial propositions" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اس میں جرمنی کے سب سے بڑے بنک "Doutshe" اور برطانیہ کے دوسرے بڑے بنک "Barclay" کے چیف ایگزیکٹو کا نقطہ نظر اور بنکوں کی بدلتی ہوئی پالیسیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مزید برآں کمرشل بنکوں کے سرمایہ کارانہ بینکاری کی طرف روز افزوں میلان اور بدلتے تقاضوں کا بھی مفصل تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ سروے کا اہم حصہ انگریزی زبان میں ہی نقل کر دیا جائے۔ "اکانومسٹ" کے الفاظ میں:

"One theme: how to respond to the way in which the banking industry is changing. Bank's basic activity ... taking deposits and making loans to companies ... is under threat as Capital market swell. Should banks like Steel companies, simply squeeze margins out of a declining business? or should they reinvent themselves as investment banks?

ایک ہی خیال: بدلتی ہوئی بینکاری کی صنعت کا جواب کس طرح دیا جائے؟... بنکوں کا بنیادی کام (ڈیپازٹ لے کر کمپنیوں کو قرضہ " دینا) سخت خطرات سے دوچار ہے کیونکہ مالی مارکیٹ پھول کر کپا ہو رہی ہیں (بڑھ رہی ہیں)۔ کیا بنکوں کو بھی سٹیل ملز کی طرح زوال پذیر کاروباری فضا میں اپنے منافع (مارجن) کو سیکٹر لینا چاہئے؟ یا پھر انہیں سرمایہ کار بنک کی حیثیت سے اپنی تشکیل نو کر لینی چاہئے"؟

(اکانومسٹ: ۱۵، دسمبر ۱۹۹۸ئ، صفحہ ۹۵)

یہ سوال اتنا نیا بھی نہیں ہے۔ بہت سے بنک کمرشل منطق کے تحت سرمایہ کارانہ بنکاری (براہِ راست تجارت) میں داخل ہونے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے ابتدائی سالوں میں امریکہ کے بعض معروف بنکوں مثلاً چیز مان ہٹن (Chase Manhattan) بنک آف امریکہ، سٹی کور (Citicorp) نے اسی پالیسی کو اپنایا۔ ۱۹۸۵ء اور ۱۹۹۰ء کے درمیان جاپان کے بنکوں مثلاً انڈسٹریل بنک آف جاپان نے سرمایہ کارانہ بنکاری میں کامیابیاں حاصل کیں۔ یورپی بنکوں میں پیری باس (Pari-bas) اس میدان میں داخل ہوئے ہیں۔ جرمنی کے دیگر بنکوں "Dresdner" اور "Doutshe" حال ہی میں ڈٹشے کا نام Dean witter اور Morgan Stanley, Goldman Sachs, Merrill Lynch میں سرمایہ کار بنکوں ہیں شامل ہے۔

"سرمایہ کارانہ بینکاری میں کامیاب ترین نام "کریڈٹ سوسی (Credit Suissei) کا ہے۔ "T.P. Morgan" تو ایسا بنک ہے جس نے اپنا تمام کاروبار کمرشل بینکاری سے منتقل کر کے سرمایہ کارانہ بینکاری میں ڈھال لیا ہے۔ (حوالہ: ایضاً)

کمرشل بینک آخر سرمایہ کاری (تجارت) کی طرف کیوں مائل ہو رہے ہیں؟ "اکانومسٹ" کے خیال میں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ کارانہ بینکاری میں خطرات کے ساتھ ساتھ زیادہ اور فوری منافع کمانے کے مواقع موجود ہیں۔ مزید برآں بڑی دیر سے بینکاری بن گیا ہیجو اپنی کشش کھو رہا ہے۔ اب جمع کنندگان (Dull) کا روایتی طریقہ یعنی ڈیپازٹ لے کر قرض جاری کرنا ایک ماٹھا کام کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ بعض بڑی کمپنیاں اب (Mutual Funds) "زیادہ منافع دینے والے" باہمی فنڈز جاری کر رہی ہیں۔ اس عمل کو "اکانومسٹ" نے Debt کی شکل میں بنکوں سے قرض نہیں لیتیں اور براہِ راست Bonds کا نام دیا ہے۔ یعنی بینکوں کا 'وچولیا' ہونے کا کردار ختم ہو رہا ہے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ لوگوں (Dis-Intermediation) میں یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ بنک ان سے سستی شرح سود پر رقم جمع کر کے زیادہ شرح سود پر قرض جاری کرتے ہیں۔ فنانشیل مارکیٹ میں 'لبرل' رجحانات فروغ پا رہے ہیں۔ مزید برآں ٹیکنالوجی بالخصوص انٹرنیٹ پر بینکاری نے بھی روایتی بینکاری پر اثرات مرتب کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ (ایضاً، صفحہ ۱۶)

مندرجہ بالا سطور میں سرمایہ کارانہ بینکاری کے متعلق بڑھتے ہوئے رجحانات کو بیان کرنے کے بعد مستقبل کے امکانات پر اظہارِ خیال کرنا اور نتائج اَخذ کرنا ضروری ہے۔ ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جدید صنعتی ممالک میں ۸۰ فیصد سے زیادہ بینکاری کا حجم صنعتی کا حجم نسبتاً کم ہے۔ فرض کیجئے فنانشیل Consumer Credits قرضوں کے اجراء کی صورت میں ہے۔ صرفی قرضہ جات مارکیٹ کے حالات وہی رہتے ہیں، جو اوپر بیان کئے گئے ہیں اور کمرشل بنکوں کا سرمایہ کاری کی طرف سفر جاری رہتا ہے اور ایک وقت کی شکل (Investment Banks) آتا ہے کہ بڑے بڑے کمرشل بنک "تشکیل نو" کے مرحلے سے گزر کر سرمایہ کار بنک اختیار کر لیتے ہیں تو پھر سودی بینکاری پر کیا مجموعی اثرات مرتب ہوں گے؟ مالیاتی اُصولوں کے متعلق معمولی سی شدھ بدھ رکھنے والا شخص بھی بلا تامل اس کا جواب یہی دے گا کہ سرمایہ کارانہ بینکاری اپنے اثرات کے اعتبار سے بالواسطہ غیر سودی بینکاری پر منتج ہو گی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ امریکہ و یورپ میں کمرشل بینکوں کی براہِ راست سرمایہ کاری جزوی اعتبار سے غیر سودی بینکاری ہے کیونکہ یہ بنک اپنے جمع کنندگان (امانت داروں) کو ایک طے شدہ شرح کے مطابق سود ادا کرتے ہیں۔ مگر یہ صورت برقرار نہیں رہے گی۔ اگر سرمایہ کاری (تجارت) میں بیش بہا یا کئی گنا منافع ہو گا تو امانت داروں کی طرف سے شرح سود میں اضافہ کا مطالبہ یا دیگر لفظوں میں شرح منافع میں شراکت کا تقاضا بھی زور پکڑے گا۔ بالآخر امانت داروں اور بینکوں کے درمیان کاروباری تعلق سود کی بجائے منافع کی بنیاد پر اُستوار ہو جائے گا۔ مگر فی الوقت یہ محض ایک خیال آرائی یا پیش گوئی تک ہی محدود ہے۔ آنے والے حالات اس کی صداقت کو واضح کریں گے۔ "باہمی فنڈز" جیسے اداروں کا قیام پہلے ہی اس سمت میں مؤثر قدم قرار دیا جا چکا ہے۔ یاد رہے کہ "باہمی فنڈز" میں شراکت کی بنیاد "منافع" پر ہی رکھی جاتی ہے۔

یورپ میں اِسلامی بینکاری

سوئٹزرلینڈ، جرمنی، آسٹریا، فرانس، انگلینڈ اور یورپ کے دیگر ملکوں میں بعض بینکوں نے "اسلامی بینکاری" کی صورتوں کو متعارف کرایا ہے۔ ہمارے بعض ماہرین معاشیات مثلاً پروفیسر خورشید احمد وغیرہ نے اس کے کافی اَعداد و شمار اکٹھے کئے ہیں۔ مذکورہ بالا یورپی بینکوں نے مضاربت اور مشارکت دونوں اُصولوں کو منتخب اُمور میں بنکاری کی بنیاد بنایا ہے۔ غیر سودی بینکاری کی یہ شکلیں کیا اسلامی شریعت کی روح کے عین مطابق ہیں؟ اگرچہ ان کی شرعی حیثیت کی قطعیت کا سوال اپنی جگہ پر اہم ہے تاہم ہمارے پیش نظر صرف جدید یورپ میں بینکاری کے نئے رجحانات کی نشاندہی کا فریضہ انجام دینا ہے۔ اسلامی بینکاری کی طرف رغبت سے یورپی بینکوں نے مشرقِ وسطیٰ کے اہل ثروت تاجروں یا حکومتوں کو بھی اپنی طرف مائل کیا ہے۔ اور غالباً اصل جذبۂ محرکہ مسلمان ممالک سے سرمایہ کا حصول ہی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو، اسلامی بینکاری یورپ کے روایتی بنکوں کے نظام پر دوررس اثرات مرتب کرے گی، سودی معیشت کی "نوشتۂ دیوار" ناکامی کے بعد مغرب میں اسلامی بینکاری کے اِمکانات روشن تر ہیں۔

صرفی قرضہ جات پر شرحِ سود کے تعین کا مسئلہ

امریکہ اور یورپ ہیں چھوٹے صارفین کو اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے دیئے جانے والے قرضوں پر سود کی شرح کے تعین کا مسئلہ ہمیشہ اخلاقی مباحث کا موضوع رہا ہے۔ اس کے لئے امریکہ اور یورپ میں سودی انضباطی قوانین (Usury Statues) لاگو کئے گئے۔ ۱۹۶۰ئ تک امریکہ میں صرفی قرضہ جات پر زیادہ سے زیادہ شرح سود ۶ فیصد تھی۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں انگلینڈ، فرانس اور جرمن میں عام صرفی قرضہ جات پر ۱۰ فیصد سے زیادہ سود وصول کرنے کی ممانعت تھی مگر بعد میں سودی شرح پر یہ ریاستی قیود اُٹھالی گئی تھیں کیونکہ بعض سودی اداروں نے واویلا مچایا کہ اس قدر کم شرح پر ان کے لئے کاروبار کرنا نقصان کا باعث بن رہا ہے۔

امریکہ میں تو یہ صورت ہے کہ گاڑیوں، ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن اور اس طرح کی تمام گھریلو اشیاء ضرورت کی خرید کے لئے بنک سے قرضہ مل جاتا ہے۔ ایک سروے کے مطابق امریکہ میں ۸۰ فیصد سے زائد گاڑیاں اسی طرح کے قسط وار قرضہ جات کی پیداوار ہیں۔ گھریلو اشیاء کی خرید کے لئے قرضہ جات چھوٹے اور مختصر المیعاد ہوتے ہیں، اس لئے ان پر آج کل شرح سود ۲۰ سے لے کر ۳۰ فیصد تک بھی وصول کی جاتی ہے۔ بعض ماہرین نے اس قدر زیادہ شرح کو نامناسب قرار دیا ہے۔ اور ایک دفعہ پھر یہ مطالبہ زور پکڑ رہا ہے کہ صرفی قرضہ جات کی زیادہ سے زیادہ شرح کے تعین کے لئے قانون سازی کی جائے۔ اگرچہ ان قرضہ جات میں سود کے خاتمہ کے تحریک نہیں چلائی جا رہی، مگر سود کی شرح میں کمی کا مطالبہ ظاہر کرتا ہے کہ لوگ سودی بینکاری کے شکنجے میں تلملا رہے ہیں اور وہ اس صورتحال سے مطمئن نہیں ہیں۔ امریکی شہری قرض تو لے لیتے ہیں لیکن ان کی تنخواہیں مختلف قرضوں کی اَقساط کی ادائیگی میں ہی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ بچت نہیں کر پاتے۔ عدمِ بچت کا اِحساس انہیں بے حد پریشان رکھتا ہے۔

افراطِ زر اور سود کا جواز؟

بینکوں میں جمع شدہ رقم پر سود کی ادائیگی کا جواز ثابت کرنے کے لئے جتنے نظریات (Theories of Interest) پیش کئے گئے، ان میں مقبول ترین نظریہ افراطِ زر کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ افراطِ زر کی وجہ سے سرمایہ وقت گزرنے کے ساتھ اپنی قوتِ خرید یا "مارکیٹ ویلیو" کھو دیتا ہے۔ عقلی اعتبار سے یہ دلیل بہت وقیع اور منطقی نظر آتی ہے۔ لیکن عملی اعتبار سے دیکھا جائے تو افراطِ زر اور شرح سود کے درمیان ٹھیک ٹھیک تناسب اور تطابق پیدا کرنا ناممکن ہے۔ کسی بھی ملک میں بنکوں نے آج تک افراطِ زر کے مطابق سود کی ادائیگی کو یقینی نہیں بنایا، نہ بنا سکتے ہیں۔ پاکستان جیسے ممالک جہاں افراطِ زر عملاً ایک سال میں ۲۰ فیصد تک بھی رہا ہے مگر بینکوں نے کھاتہ داروں کو منافع ہمیشہ سات یا آٹھ فیصد ہی ادا کیا ہے۔ یورپ کے بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں افراطِ زر ۲ فیصد سے زیادہ نہیں تھا مگر وہاں بھی شرح سود اس سے زیادہ رہی۔

یکم جنوری ۱۹۹۹ء سے مغربی یورپ کے ۱۱ ملکوں نے یورو (Euro) کو بطور مشترکہ کرنسی کے اپنالیا ہے۔ یورپین سنٹرل بنک (ECB) نے رکن ممالک کے لئے سود کی شرح ۳ فیصد مقرر کی ہے جس کے نتیجے میں جرمنی کے سنٹرل بنک (Bundes Bank) نے اپنی شرح ۵۔۳ فیصد سے گھٹا کر ۳ فیصد کر دی ہے۔ یورو ممالک میں افراطِ زر اس وقت اوسطاً ایک فیصد ہے۔ (اکانومسٹ: ایضاً، صفحہ ۹۸)

اصولاً ان ممالک میں شرح سود بھی ایک فیصد ہونی چاہئے۔ گذشتہ برسوں کے دوران جاپان میں طلبِ زر میں کمی کی وجہ سے شرح سود بہت ہی کم ایک فیصد یا بعض اوقات نصف فیصد تک رہی حالانکہ وہاں افراطِ زر ۴ یا ۵ فیصد تک تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر کم شرح سود پر لوگ یا ادارے اپنی رقوم بینکوں میں جمع کیوں کرواتے ہیں یا نکلواتے کیوں نہیں؟ اس کا سادا سا جواب یہی ہو گا کہ لوگ محض اس خیال سے اپنی وافر رقوم بینکوں میں جمع نہیں کراتے کہ وہ اس پر سود کمائیں بلکہ بینکوں میں رقوم وہ تحفظ اور امانت کی غرض سے رکھواتے ہیں۔ کروڑوں اربوں کے کاروبار اور اضافی رقوم کو خود سنبھالنا بے حد مشکل ہے وہ اپنی رقوم بینکوں سے نکلوا کر تجارت

میں اس لئے نہیں لگاتے کہ پہلے ہی یا توان کا اچھا خاصا سرمایہ کاروبار میں لگا ہوتا ہے یا پھر تجارت میں نقصان کے اندیشے کے پیشِ نظر وہ بینکوں میں رقوم کو بطورِ امانت کے رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کے بعد افراطِ زر کو بطورِ جوازِ سود کے پیش کرنے کا تصور ہوا میں تحلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ جاپان جیسے ملکوں میں بینکوں میں رقوم جمع کرانے کے پس پشت 'سود' بطور جذبۂ محرکہ کے اپنی اہمیت کھو چکا ہے۔ امریکہ، یورپ اور جاپان کی فنانشل مارکیٹ اور بنکوں کی صورتحال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سودی معیشت یا سودی بینکاری معاشی ترقی کے عروج کی خاص سطح کے حصول کے بعد اپنی مرکزی افادیت اور اَہمیت کھو دیتا ہے۔ موجودہ حقائق بے حد چشم کشا ہیں۔ وہ لوگ جو آج سے ۲۵، ۳۰ سال قبل غیر سودی نظام کو نا قابل عمل سمجھتے تھے، آج عملاً غیر سودی تجارت اور بینکاری کے ننگے حقائق کے سامنے اپنی محدود بصیرت اور محدود عقل کی بے بسی کا تماشا دیکھنے پر مجبور ہیں۔ آج کا سرمایہ دار اَربوں روپے بنکوں سے ایک فیصد یا اس سے کم شرح سود پر رکھنے پر مجبور ہے کیونکہ اس کے پاس متبادل سرمایہ کاری کا راستہ موجود نہیں ہے۔ مگر اب بھی اس کی عقل سودی نظام کی 'غیر اَخلاقی' حیثیت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کیا بعید ہے کہ سودی معیشت کا پروردہ، مادہ پرست اور عقل پر اندھا انحصار کرنے والا آج کا سرمایہ دار الہامی تعلیمات کے سامنے اپنی مغرور مگر بے بس عقل کو جھکا دے۔ اَخلاقی معاشرے کے قیام کا مستقبل انسان کی بے بسی کے اس اِعتراف پر ہی منحصر ہے۔

عالمی سطح پر اس وقت بنکوں کی صنعت شدید بحران کا شکار ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی مارکیٹ کا نظام اس طرح مربوط ہے کہ ایک ملک کا مالیاتی بحران بہت سے ملکوں کی معیشت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ۹۲۔۱۹۹۱ء میں امریکہ کی معیشت اور بنک شدید کساد بازاری (Recession) کا شکار تھے تو اس کا اثر یورپ اور ایشیا کی منڈیوں پر براہِ راست پڑا تھا۔ ۹۸۔۱۹۹۷ء میں مشرقی ایشیا کے ممالک تھائی لینڈ، تائیوان، فلپائن، ملیشیا، انڈونیشیا وغیرہ شدید کرنسی کے بحران سے دوچار ہوئے۔ ان کا بینکاری نظام یکسر تباہی کا شکار ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کھربوں روپے مارکیٹ سے اُڑ گئے، ان کے اکثر بنک اور تجارتی اِدارے دیوالیہ ہو گئے۔ گذشتہ سات برسوں سے

جاپان، جو خام قومی پیداوار کے اعتبار سے دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے، شدید مالیاتی بحران کی زد میں ہے۔ اس کی اکانومی کا حجم تقریباً تین ٹریلین ڈالر ہے۔ اس کے اکثر بینک تباہی کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ اس کے ۶۶۰ بلین ڈالر کے بنکوں کے قرضہ جات "Bad Debt" قرار دیئے گئے ہیں۔ (حوالہ ہفت روزہ ٹائم: ۲۹، جون ۱۹۹۸ء)

جنوبی کوریا کے پانچ بڑے بنک بند ہو چکے ہیں اور سات مزید بندش کے خدشات کا شکار ہیں۔ (ٹائم: ۱۷، اگست ۱۹۹۸ء) اسی جنوبی کوریا کی ڈائیو کمپنی جس نے پاکستان کا نیشنل موٹروے بنایا ہے، یکم ستمبر ۱۹۹۹ء کے اکانومسٹ کی رپورٹ کے مطابق 'موت کا شکار' ہو گئی ہے۔ ڈائیو صنعتوں کی ایک ایمپائر (سلطنت) تھی۔ اس کے ۲۸۸ یونٹ تھے اور اس کے ملازمین کی تعداد ۲۵ لاکھ سے زائد تھی۔

پاکستان میں ۱۴۲ بلین روپے کے قرضہ جات تقریباً ناقابل واپسی قرار دیئے گئے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کیا غیر سودی بینکاری نظام میں اس سے زیادہ نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا؟ سودی معیشت کی عالمی سطح پر ان تباہ کاریوں کے بعد جس شدت سے آج متبادل تجربات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، پہلے کبھی نہ تھی۔ ترقی پذیر ممالک بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ اصل قرضہ جات کی واپسی تو در کنار، وہ توان پر اُٹھنے والے سود (Debt-Servicing) کی ادائیگی سے بھی قاصر ہیں۔ پاکستان کے بجٹ کا سالانہ ۳۸ فیصد اس مد میں اٹھ جاتا ہے۔ بلاسود بینکاری کے بہت بڑے مبلغ جناب ڈی۔ ایم قریشی صاحب نے ۱۹۷۰ئ میں جو حسب ذیل پیش گوئی کی تھی، وہ آج حقیقت کا روپ دھار چکی ہے۔ انہوں نے اپنے مقالہ "بلاسود بینکاری" میں لکھا تھا :

"سودی لین دین یقینی طور پر دنیا کے تمام معاشی نظاموں کو دَم توڑ دینے پر مجبور کر دے گا۔ یہ صرف وقت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت کا تصور بالکل مختلف ہے۔ اس کے اَحکام سے بغاوت کی مہلت دس، بیس یا سو سال تک محدود ہونا کوئی ضروری بات نہیں

ہے۔بغاوت کے تجربات کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے صدیاں بھی چنداں حقیقت نہیں رکھتیں۔مغرب کے بیشتر ممالک انسانی اقدار کا سہارا دے کر سودی نظام کو سنبھالا دیئے جا رہے ہیں... مگر کب تک ؟

مندرجہ بالا سطور میں مغرب میں بینکاری نظام کے بدلتے رجحانات کا محض ایک مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔راقم الحروف کسی خوش اِعتقادی یا فریب نظری میں مبتلا نہیں ہے کہ مستقبل قریب میں یورپ کے سودی بینکاری نظام میں کوئی بہت بڑا اِنقلاب رونما ہونے والا ہے۔اگر تاریخ کا سبق یہ ہے کہ چھوٹی تبدیلیاں ہمیشہ بڑی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہیں،تو مذکورہ تبدیل ہوتے مناظر کو مستقبل کے واضح نقوش کے لئے بنیاد بنانا محض خوش فہمی بھی نہیں ہے۔ہمارے ہاں ایک طبقہ فکری محکومی اور عقلی نوآبادیت کا شکار ہے۔وہ ہر بات کی صداقت اور اہمیت کے ثبوت کے لئے مغرب سے ثبوت پیش کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔پاکستان میں غیر سودی معیشت کو متعارف کرانے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ یہی منفی سوچ ہے۔اگر یہ غیر مربوط اور مختصر سا مضمون ایسے افراد کی سوچ میں معمولی سی تبدیلی لانے کا باعث بن جائے،تو میں سمجھوں گا میری کاوش کو شرفِ قبولیت عطا ہو گیا !!

بلا سود بینکاری...چند اہم اُصول

بلا سود بینکاری کی تفصیلات کا اِحاطہ کرنا اگرچہ اس مضمون کے دائرہ بحث (Scope) سے باہر ہے، پھر بھی تجسّس پسند قارئین کی معلومات کے لئے اس کے چند اہم نکات کا تذکرہ مناسب ہو گا۔اسلام بلا سود بینکاری کا جو متبادل نظام پیش کرتا ہے،اس کے اہم اُصول درج ذیل ہیں :

(1) اسلامی معاشرہ میں بینکاری نظام غیر سودی بنیادوں پر چلانے کے لئے بنکوں کے موجودہ انتظامی ڈھانچہ میں بہت زیادہ ردّوبدل کی ضرورت نہیں ہے۔ بنک اپنی ان خدمات اور فرائض کو بدستور جاری رکھ سکتے ہیں جس میں سود کا عنصر شامل نہیں ہے۔ مثلاً امانتوں کا رکھنا، لاکرز کا مہیا کرنا، اہم دستاویزات وزیورات کی حفاظت، سفری چیک، بنک ڈرافٹ اور خطوطِ القاء (Letter of Credit) اور گاہکوں کو تکنیکی مشاورت کی فراہمی وغیرہ۔ البتہ جس بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہوگی وہ یہ ہے بنک اپنا کاروبار سود کی بنیاد پر انجام نہیں دیں گے۔

(2) بلاسود بینکاری کا اہم ترین اُصول یہ ہے کہ بنک اپنا کاروبار شراکت یا مضاربت کے دائرہ میں رہ کر چلا سکیں گے۔ شراکت اور مضاربت کی جزئیاتی تفصیلات پر مشتمل اب تو مفصل کتابیں موجود ہیں۔ مختصراً یہ ہے کہ شراکت میں دو یا دو سے زیادہ فریق مل کر کاروبار شروع کرتے ہیں۔ نفع کی تقسیم کے لئے پہلے سے ہی ایک نسبت طے کرلی جاتی ہے۔ البتہ شراکت کے اُصول کے تحت کئے گئے کاروبار میں نقصان لگائے گئے سرمایہ کی نسبت سے برداشت کرنا ہوتا ہے۔ شراکت میں ہر حصہ دار اپنے حصہ پر مالکانہ حقوق رکھتا ہے اور وہ اس کو اپنی مرضی کے مطابق فروخت کرسکتا ہے۔ اسلام کے مطابق معاہدئہ شراکت ایک خاص مدت کے لئے کیا جاتا ہے، باہمی رضامندی سے اس مدت میں توسیع بھی کی جاسکتی ہے۔

(3) مضاربت میں سرمایہ ایک پارٹی یا فرد لگاتا ہے اور اس سرمایہ سے کاروبار دوسرا فرد یا پارٹی کرتی ہے۔ اس میں سرمایہ لگانے والا فریق کاروبار میں حصہ دار نہیں ہوتا بلکہ کاروبار کے نفع میں ایک طے شدہ نسبت کا حقدار ہوتا ہے۔ نقصان کی صورت میں سرمایہ لگانے والے کو مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے اور محنت کرنے والے کی محنت ضائع ہوجاتی ہے، اسے سرمایہ کی صورت میں نقصان کا بوجھ برداشت نہیں کرنا پڑتا۔

(4) بلا سود بینکاری میں تجارتی بنک دو طرفہ مضاربت پر عمل کر سکتے ہیں۔ مضاربت کی ایک صورت یہ ہو گی کہ ایک بینک کھاتہ داروں سے سرمایہ جمع کر کے آگے تجارتی کاموں میں لگائے۔ اس سے جو نفع حاصل ہو گا وہ بنک کے مجموعی نفع میں شامل کر دیا جائے گا۔ یہ نفع کھاتہ داروں میں ان کے سرمایوں کی نسبت کے حساب سے تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر بنک کو نقصان ہو گا تو یہ نقصان مضاربت کھاتہ داروں کو شرحِ نقصان کے مطابق برداشت کرنا پڑے گا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ نقصان صرف اس صورت میں ہو گا جب بنک کو اپنے مجموعی کاروبار میں نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ کھاتہ داروں کی اِنفرادی رقوم کے حساب سے بنک کے مضاربتی کاروبار میں نفع و نقصان کا حساب رکھنا مشکل اَمر ہے۔ اس مجموعی حساب کتاب کی وجہ سے نقصان کا احتمال بے حد کم ہے۔ مضاربت کی دوسری صورت یہ ہے کہ بنک کھاتہ داروں کی جمع کردہ رقوم کو آگے تاجروں کو مضاربت کی بنیاد پر فراہم کرے جس میں نفع کی تقسیم کی نسبت کا تعین کر لیا جاتا ہے۔ نقصان کی صورت میں بنک کا سرمایہ ڈوب جائے گا اور دوسرے کاروباری فریق کی محنت ضائع جائے گی۔

(5) بنک کسی کاروباری فریق کے ساتھ اپنے سرمایہ کی بنا پر ایک حصہ دار کی حیثیت سے شریک ہو سکتا ہے۔ بنک عام طور پر شراکت کو ترجیح نہیں دیتے کیونکہ کاروبار چلانے میں انہیں عملاً حصہ لینا پڑتا ہے اور اس مقصد کے لئے انہیں مناسب اِفرادی قوت کو بھی تعینات کرنا پڑتا ہے۔ شراکت کا ایک فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ اس صورت میں بینک تجارتی اِدارے کے انتظامی معاملات پر نگاہ رکھتے ہوئے نقصان کے اِمکانات کو کم کر سکتا ہے اور ممکنہ فراڈ یا جعل سازی کا دروازہ بھی انتظامی معاملات میں عملی دخل اندازی سے بند کیا جا سکتا ہے۔

(6) جو لوگ مضاربت پر بنک کو رقوم نہ دینا چاہیں، وہ بھی بنک میں رقوم رکھ سکتے ہیں۔ یہ رقوم بنک کے ذمہ بغیر سود کے قرضہ کے طور پر رکھی جا سکیں گی جس طرح کہ آج کل کے کرنٹ اکاؤنٹ کھولے جاتے ہیں۔ بنک اس طرح کے فراہم شدہ سرمایہ کو کاروبار میں استعمال کرے گا لیکن کھاتہ داروں کے مطالبات اور روزمرہ کے دیگر اخراجات کی ادائیگی کے لئے ایک خاص تناسب سے رقوم

بھی رکھے گا تاکہ عندالطلب ادائیگی کی جاسکے۔اس کی عملی صورت ایک یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بنک قرضہ (Reserve) محفوظ پر حاصل کئے گئے سرمایہ کا ۱۰ فیصد محفوظ رکھ سکتا ہے، ۴۰ فیصد نفع آور کاموں میں لگا سکتا ہے اور بقایا ۵۰ فیصد غیر سودی قرضہ دینے کے لئے مخصوص کرسکتا ہے۔

(7) مرکزی بنک بھی دیگر بنکوں کو سرمایہ بغیر سود کے قرض کی صورت میں فراہم کرے گا۔سود کے بغیر اس طرح کے سرمایہ کی فراہمی بظاہر خسارے کا سودا لگتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو مطلق خسارے کا اِمکان ہرگز نہیں ہے۔مرکزی بنک کی طرف سے دیا گیا سرمایہ جب یہ بنک تجارتی اِداروں کو آگے دیں گے تو یہ قومی آمدنی اور ترقی میں اضافہ کا باعث بنے گا۔قومی معیشت کے فروغ پانے سے مجموعی قومی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔کاروباری ادارے حکومت کو ٹیکس کی صورت میں اضافی آمدنی مہیا کریں گے۔

مضاربت کے متعلق ایک اعتراض کا جواب

بلاسود بینکاری میں مضاربت سرمایہ کاری کی اہم ترین صورت ہے، مگر سب سے زیادہ اعتراضات یا خدشات بھی مضاربت پر ہی کئے جاتے ہیں۔اولین اعتراض یہ وارد کیا جاتا ہے کہ اگر بینک مضاربت کی بنیاد پر تجارتی اداروں کو سرمایہ فراہم کریں گے، تو یہ تجارتی ادارے بددیانتی کا مظاہرہ کریں گے، حساب کتاب میں گڑبڑ کے ذریعے نفع کی بجائے نقصان ہی ظاہر کریں گے، اس طرح بینکوں کا سرمایہ ڈوب جائے گا۔مگر یہ اعتراض سطحی، کھوکھلا اور لغو ہے، جہاں تک تجارت میں دیانت کا تعلق ہے، یہ سودی بینکاری میں بھی اتنی اہم ہے جتنی کہ غیر سودی بینکاری نظام میں۔یہ ایک بے بنیاد مفروضہ ہے کہ کسی بھی ملک کے تمام تجارتی اِدارے نقصان ظاہر کریں گے۔ مسلسل نقصان ظاہر کرنا تجارتی اِداروں کے اپنے مفاد میں بھی نہیں ہوتا، ایک نقصان میں چلنے والا ادارہ حصص کی مارکیٹ میں اپنا وقار کھو بیٹھتا ہے اور اس کے حصص کا بھاؤ زمین پر آرہتا ہے۔کوئی بھی اس کے حصص خریدنے کو(Shares)

تیار نہیں ہوتا، اس طرح وہ اپنے ادارے کو توسیع نہیں دے سکتا۔ مزید برآں ایک ادارہ اگر ایک دفعہ ایک بنک کا مضاربتی سرمایہ واپس نہیں کرتا تو دوبارہ بنکوں سے اس کے سرمایہ لینے کے اِمکانات معدوم ہو جاتے ہیں۔

فرض کریں ایک بنک ۲۰ تجارتی اداروں کو ایک کروڑ کے حساب سے ۲۰ کروڑ روپے مضاربتی سرمایہ کے طور پر ادا کرتا ہے۔ ان میں پانچ اداروں کو اوسطاً دس فیصد نقصان ہوتا ہے، تو بینک کو مجموعی طور پر ۵۰ لاکھ روپے نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ مگر اس کے مقابلے میں بقیہ ۱۵ تجارتی اداروں کو اوسطاً ۲۵ فیصد منافع ہوتا ہے۔ اگر بینک کا مضاربتی حصہ ۵۰ فیصد منافع ہے تو اس کے منافع کا حصہ ایک کروڑ پچانوے لاکھ بنے گا۔ اگر اس میں سے ۵۰ لاکھ کا خسارہ نکال دیا جائے تو ۲۰ کروڑ کی سرمایہ کاری پر مجموعی طور پر ایک کروڑ پینتالیس لاکھ کا منافع بنک کو مل جائے گا۔ اگر ۲۰ کروڑ کی یہ رقم بینک سود پر تجارتی قرضوں کی صورت میں تجارتی اداروں کو دے تو ۱۰ فیصد سے زیادہ اوسطاً شرحِ سود پر قرضہ جات دینا مشکل ہو گا۔ تجارتی اداروں کو قرض عموماً نرم شرح سود پر دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں تو بعض تجارتی اداروں نے محض ۳ فیصد پر بنکوں سے قرضہ لے رکھا ہے۔ اس تناسب سے سود کی مجموعی رقم دو کروڑ روپے بنے گی۔ یہ بھی اس صورت میں اگر تمام تجارتی ادارے منافع میں رہیں اور بنک کو وقت پر رقم لوٹا دیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک ادارہ یوں دیوالیہ ہو گیا، تو بنک سود، منافع کی یہ شرح برقرار نہیں رکھ سکے گا۔ ☆

☆ کتابیات: ''سود'' از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ... ''تجارت اور لین دین کے احکام و مسائل'' از مولانا عبدالرحمن کیلانی

آخری حصہ کی تیاری میں راقم نے نیشنل بنک آف پاکستان کے سابق صدر اور صدر ضیاء الحق کے اقتصادی مشیر ڈاکٹر ڈی۔ ایم قریشی کے مقالہ ''بلا سود بینکاری'' اور ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی کتاب ''غیر سودی بینکاری'' سے استفادہ کیا ہے۔

☆☆☆☆☆